حسینؑ اور امن

جسٹس پنڈت ویاس دیو مصرا، دہلی

رسول کریمؐ کو خدا نے دنیا میں رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا، اور یہ حقیقت ہے کہ رسولؐ نے اپنے اخلاق و عادات اور تہذیب و تمدن سے دنیا پر یہ ظاہر کر دیا کہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ دنیا کی ہر قوم اور ہر مذہب کے لئے وہ رحمت تھے۔ بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں مگر پیشانی پر شکن نہ آئی، غیروں کا تو کہنا ہی کیا، اپنوں نے بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا، مگر رسالت اپنا صحیح فرض ادا کرتی رہی، تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ رسولؐ نے کسی جنگ میں بھی پہل نہ کی، بلکہ امن و امان کا پیغام دیا۔ اگر امن و امان قائم رکھنے کے لئے جبراً جنگ بھی کرنی پڑی، تو خدا کے اس آخری پیغمبر نے ہارے ہوؤں کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا کہ دنیا قیامت تک اسے یاد رکھے گی۔

رسولؐ کے بعد علیؑ نے بھی وہی راستہ اختیار کیا، جس کی حفاظت کے لئے رسولؐ کو بڑے بڑے مصائب برداشت کرنا پڑے۔ وہ علیؑ جو شیر خدا تھا جس کا سکہ دنیا کے بڑے بڑے پہلوانوں اور سرکشوں کے دلوں پر بیٹھ چکا تھا، جس نے ہر جنگ میں رسولؐ کو اور رسالت کو بچانے کے لئے اپنی جان پیش کی، جس کی ذوالفقار چند لمحات میں سارے عالم کو ختم کر سکتی تھی، رسولؐ کے بتائے ہوئے راستہ پر ثابت قدم رہا، اور امن و امان کا پیغام زمانے کو دیتا رہا۔ دنیا نے امن و امان کی راہ اس پر بند کر دی، مگر اس کے قدم صراط مستقیم سے نہ ڈگمگائے۔ مسجد، خدا کا گھر ہے، اور یہاں کافر کو بھی امن و امان ملتی ہے، مگر رسولؐ کے داماد اور جانشین کے لئے مسجد میں بھی اماں نہ ملی، اور حالت نماز میں بے رحمی سے شہید کر دیا گیا۔

علیؑ ضربت کے بعد دو روز زندہ رہے، حسنؑ و حسینؑ اور عباسؑ جیسے فرزند نظروں کے سامنے تھے، اگر چاہتے تو قاتل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے، مگر رسولؐ کے گھرانے والے اپنا طرزِ عمل نہیں بدلتے، علیؑ کی نگاہ پیاسے قاتل کی طرف گئی، حسنؑ کو حکم دیا کہ شربت کا پیالہ قاتل کو پلا دیں۔ رحمت کا کام رحم و کرم کرنا ہے۔ رحمت اللعالمینؐ کے گدی نشین نے قاتل کو شربت پلا کر یہ ظاہر کر دیا کہ ہمارا کام امن و امان پھیلانا ہے، ہم قاتل سے بھی بدلہ نہیں لیتے۔

علیؑ نے جام شہادت پیا۔ اہلبیتؑ نے بجائے بدلہ لینے کے خاموشی اختیار کی۔ دنیا والے دنیا کی سوچتے رہے، مگر رسولؐ کے گھرانے والے ایک کے بعد ایک کا ماتم کرتے رہے۔ نانا کو اچھی طرح رونے نہ پائے تھے کہ ماں کا سایہ سروں سے اٹھ گیا، شفقت پدری نے تسلی دی، اور اتنا ضرور ہوا کہ بچوں نے دل کھول کر نانا کا اور ماں کا غم منا لیا۔ اب تک یہ وقت نہ آیا تھا کہ جب رونا بھی منع ہو گیا ہو۔ ابھی ماں کو جی بھر کر نہ روئے تھے کہ باپ نے بھی داغ مفارقت دے دیا۔ دنیا نظروں میں تاریک ہو گئی، وقت زیادہ تر یادالٰہی میں گزرتا تھا یا رسولؐ، علیؑ اور فاطمہؑ کی قبروں پر گریہ و زاری میں۔ مگر کیا مجال کہ دل میں بدلہ لینے کا خیال پیدا ہوا ہو۔

حسنؑ کا زمانہ آیا، مشکلات پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئیں۔ جتنی اسلام کی تبلیغ ہوتی گئی، اتنا ہی دشمنان اہلبیت بڑھتے گئے۔ علیؑ کے اس فرزند نے دنیا کے جاہ و جلال کو ٹھکرا دیا، ظاہری حکومت کو بے معنی سمجھ کر اس کی طرف توجہ نہ کی، صلح کر کے امن و امان کو اس کی معراج تک پہنچا دیا اور خود گوشہ نشین ہو گئے۔ مگر دشمنان دین نے اس پر بھی آرام سے نہ رہنے دیا۔ رسولؐ کے اس جلیل القدر نواسے کو زہر دلوا دیا۔ کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکل گیا، زہر نے نبوت کے اس چراغ کو خاموش کر دیا۔

جنازہ اٹھا، جنازے پر تیر برسائے گئے، اعتراض یہ تھا کہ نانا کے پہلو میں نواسہ دفن نہ ہو۔ دنیا کی تاریخ پڑھ ڈالئے، آپ کو

کہیں ایسی مثال نہ ملے گی، جہاں جنازے سے بے ادبی کی گئی ہو، اور یہ تو رسولؐ کے نواسیؐ کا جنازہ تھا، مگر حسینؑ نے صبر و سکون سے کام لیا۔ موقع تھا کہ تیر کا بدلہ تیر سے، اور تلوار کا جواب تلوار سے دیتے مگر رحمت اللعالمینؐ کا نواسہ ایسا کب کر سکتا تھا۔ اس حالت میں بھی امن کو قائم رکھا۔ بھائی کو ماں کے پہلو میں دفن کر دیا۔

رسولؐ سے لے کر حسنؑ تک جو مناظر حسینؑ نے دیکھے، جو سلوک امت نے کئے ان سے اس درجہ مغموم و مضمحل ہو گئے کہ گوشہ نشینی کو بہتر خیال کیا، مگر ایمان کے دشمن کب آرام سے بیٹھنے دیتے تھے، مدینہ میں رہنا دشوار کر دیا۔ خون کے پیاسے مختلف بھیس اور لباس میں پھرنے لگے۔ ولید نے بیعت کا سوال کیا، یعنی قتل کا بہانہ نکالا، کیونکہ وہ سب جانتے تھے کہ حسینؑ بیعت نہ کریں گے۔ جب مدینہ میں رہنا دشوار ہوا تو اپنے بچوں، بیبیوں اور عزیزوں سمیت کربلا کا رُخ کیا، ناناؐ کی قبر سے لپٹ کر روئے، اور امت کی بدسلوکی کا شکوہ کیا۔ ماں اور بھائی کی قبر سے رخصت ہونے کو دل نہ چاہتا تھا، مگر دین و ایمان کی بہبودی اور فلاح کے لئے، ناچار نانا، ماں اور بھائی کے مزاروں سے جدا ہوئے، ایک مدت تک صحرا بہ صحرا، دیار بہ دیار ہوتے ہوئے کربلا کی سرزمین پر پہنچے، محرم کا چاند تلوار کی شکل میں آسمان پر نمودار ہوا، بھرے گھر کی طرف نظر ڈالی، بیبیوں پر نظر پڑی، آیہ تطہیر کی تفسیر نظروں کے سامنے آ گئی، زمین خریدی، خیمے نصب کرائے، بیبیوں کے پردے کا خاص انتظام کیا بچوں کا آرام پیش نظر تھا، خیمے دریا کے کنارے نصب ہوئے، مگر فوج مخالف نے اس پر اعتراض کیا، لڑائی سے بچنے کے لئے دریا کے کنارے سے خیمے ہٹوا دیے۔

محرم کی ساتویں تاریخ آئی، اہل بیتؑ پر پانی بند کر دیا گیا، مصائب اپنے انتہا کو پہنچے، مگر رسولؐ کے نواسے نے صبر اور استقلال کی عنان ہاتھوں سے نہ چھوڑی، یہاں تک کہ نویں کا دن ڈھلا، سورج غروب ہوا، اور شام ہوئی، اور ادھر حسینؑ اور ان کے عزیز و انصار زمانے کی دشوار اور کٹھن منزلیں کاٹتے ہوئے اپنی زندگی کی شام تک پہنچے۔ مغرب کے شفق نے شہادت کا مژدہ سنایا، جاں نثاران امامؑ امامؑ پر مرمٹنے کے لئے بے چین ہو گئے۔ بیبیوں نے بچوں کو نصیحتیں کرنی شروع کیں، اور امامؑ پر قربان ہونے کی تلقین کی۔ ادھر امامؑ نے سب پر سے بیعت اٹھالی، ہر ممکن کوشش کی کہ ان کی جانیں بچ جائیں، مگر جن کے دلوں میں حیات جاودانی کی شمعیں فروزاں ہو چکی تھیں، وہ مرنے سے کیا ڈرتے۔ انہیں تو موت کا بے چینی سے انتظار تھا محض امامؑ سے اجازت چاہتے تھے۔

صبح عاشور نمودار ہوئی، علی اکبرؑ نے اذان دی، اور دین سے پھرے ہوؤں کو دعوت دی کہ یاد الٰہی میں مشغول ہوں اور نماز حق ادا کریں۔ امامؑ نماز کے لئے کھڑے ہوئے، تیر پر تیر آنے شروع ہوئے، مگر نمازیوں کی نماز میں فرق نہ آیا۔ شہادت بھی ہوئی، مگر حسینؑ نے پہل نہ کی اور صبر کی تلقین کی۔ وہ وقت بھی آیا جب نظروں کے سامنے اعزاء اور انصار کے لاشے ریگ گرم پر پڑے تھے، حسینؑ کی حسرت بھری نگاہیں ان پر بار بار پڑ رہی تھیں، اور کبھی خیمے کی طرف منھ پھیر کر دیکھتے تھے، تو بیبیوں اور بچوں کی گریہ وزاری کی صدائیں کانوں میں آتی تھیں، عجیب مصیبت کا وقت تھا۔

یہ حسینؑ کا دم تھا کہ اب بھی امن کی تلقین کر رہے تھے، یہاں تک کہ اپنا آخری استغاثہ بلند کیا۔ یہ نہیں کہا کہ تم نے میرے اعزاء کو کیوں قتل کیا؟ اس کا شکوہ نہ کیا، کہ تم نے اہل بیتؑ پر پانی کیوں بند کیا؟ یہ خواہش نہ کی کہ اہلبیتؑ پر میرے بعد ظلم نہ کرنا۔ ہاں ایک خواہش ضرور کی، اور وہ یہ کہ تم اپنے رسولؐ کے نواسے کو پہچانو، اور قرآن اور اسلام کی بے حرمتی نہ کرو، ہاں ایک بات اور تھی، اور شاید وہ آخری خواہش تھی، وہ اس وقت جب شمر سینے پر سوار ہوا، اور امامؑ نے اس سے کہا کہ اے شمر! اگر تو مجھے قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو اتنی مہلت دے کہ نماز حق ادا کرلوں۔ افسوس کہ شمر نے اس کی مہلت بھی نہ دی۔ ابھی امامؑ نے سر سجدۂ خالق میں جھکایا ہی تھا کہ قفا سے سر اقدس جسم مبارک سے جدا کر دیا، امامت کے اس تیسرے چراغ کو جو راہ امن و امان میں روشن تھا، ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔

اگرچہ حسینؑ کو شہید ہوئے تیرہ سو سال سے زیادہ ہو چکے ہیں، مگر آج بھی حسینؑ کا وہ سبق جو انہوں نے کربلا میں دیا تھا، دنیا کے لئے مشعل راہ ہے۔ اگر واقعی دنیا کی قومیں امن و امان قائم کرنا چاہتی ہیں، تو حسینؑ کی شہادت سے سبق لیں، یعنی دشمن کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو، اور اس نے کتنا ہی ظلم کیوں نہ کیا ہو، مگر اپنی طرف سے جنگ کی پہل نہ کریں۔ ☆☆☆

(ماخوذ از سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ، نمبر ۳۱۳، محرم ۱۳۸۰ھ)